وہ کتابیں اپنے آباء کی

تفسیر سفیان ثوریؒ

مولانا نورالرحمان ہزاروی
(ناظم تعلیمات جامعہ ندوۃ العلم کراچی)

''وہ کتابیں اپنے آباء کی.....'' کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع ومصادر اور مآخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ علامہ سفیان ثوریؒ کی تفسیر ''تفسیر سفیان ثوریؒ'' کا سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔ —— (مدیر)

تفسیر قرآن کے تدریجی ارتقاء پر ایک نظر: علم اور کتابت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہیں، حضور اکرم ﷺ پر سب سے پہلے جو آیات نازل ہوئیں اور جن سے وحی کی ابتداء ہوئی، وہ سورۃ العلق کی یہ ابتدائی پانچ آیات ہیں: ﴿اقرأ باسم ربك الذي خلق خلق الإنسان من علق اقرأ وربك الأكرم الذي علّم بالقلم علّم الإنسان مالم يعلم﴾ یعنی ''پڑھ اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔ تو پڑھتا رہ! تیرا رب بڑا کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔'' ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے علم اور کتابت کا ذکر امتنان کے طور پر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتیں ہیں، جن سے انسان حیوانیت میں شریک اپنے دیگر ہم جنسوں سے جدا اور ممتاز ہوتا ہے، حضور اکرم ﷺ نے اپنے شاگردان رشید کے سامنے علم اور کتابت کی اہمیت اجاگر کی، انہیں علم کی تحصیل اور کتابت کے سیکھنے پر آمادہ کیا، اس مقصد کے لئے انہوں نے دن رات محنت کی، حضور اکرم ﷺ کی محنت رنگ لائی اور ایک صدی سے بھی کم عرصہ میں وہ امت عربیہ جس کی غالب اکثریت بعثتِ نبوی کے وقت ان پڑھ اور نری جاہل تھی، علم کے زیور سے آراستہ اور حکمت کے جواہر سے مزین ہوگئی، یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوا؟ جواب واضح ہے، حضور اکرم ﷺ کی محنت کے علاوہ اس کی بنیادی وجہ کلام مقدس کی خدمت کی برکت ہے، وہ کتاب مقدس جو انسان کے لئے دنیا وآخرت کی کامیابی اور نجات کی کفیل ہے، وہ کتاب مقدس جو عرب کے اس ادبی سلیقے کے بھی موافق تھی، جس کی بنیاد پر انہوں نے غیر عرب کو ''عجم'' کا لقب دیا تھا، ایسی عظیم الشان کتاب سے وہ کیونکر غفلت برتتے، انہوں نے اس مقدس کتاب کو اپنے سینے سے لگایا، اسے اپنے سینے میں محفوظ کیا، اسے لکھا، اس کے معانی میں غور وفکر کی مشقتیں جھیلیں، اس کے اوامر بجالائے اور نواہی سے دور رہے، انہوں نے اسے اپنے لئے باعث فخر سمجھا اور ان تمام قصائد واشعار کو دیوار پر دے مارا جن پر عرب فخر کیا کرتے تھے، پھر یہ کتابِ مقدس چونکہ صفات الٰہیہ کے سربستہ رازوں پر مشتمل، اعلی اخلاق کے قوانین اور سیاست وتمدن کے محکم ضابطوں کو جامع، مبدأ ومعاد سے متعلق صحیح فکر کی طرف رہنما اور سابقہ امتوں کے عبرت انگیز اور سبق آموز قصوں کو شامل تھی، اس لئے لامحالہ اس کے اکثر حصے ایسے تھے، جو اس نو آموز اور زیر تربیت امت کے ناپختہ ذہنوں کی پہنچ سے دور تھے، مگر وہ اتنے بھی ناپختہ کار نہ تھے کہ اس کتاب مقدس کے ان مقامات کو اپنی آراء کا تختہ مشق بناتے، سمجھ سے باہر آیتوں کیلئے انہوں نے صاحب

وحی ﷺ کی طرف رجوع کیا، جن کو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا: ﴿لا تحرك به لسانك لتعجل به، ان علينا جمعه وقرآنه، فاذا قرأناه فاتبع قرآنه، ثم ان علينا بيانه﴾ یعنی ''(اے نبی) آپ قرآن کو جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں۔ اس کا آپ کے دل میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ ہم جب اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں، پھر اس کا واضح کرنا ہمارے ذمہ ہے''۔ (القیامۃ: ۱۶۔۱۹) ان حضرات کو آیت میں پیش آنے والا اشکال کبھی اللہ تعالیٰ وحی نازل کر کے حل کرتے تھے، مثلاً جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وکلوا واشربوا حتیٰ یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود﴾ یعنی ''کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ سفید دھاگہ، سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ (البقرۃ: ۱۸۷) تو بعض صحابہ کرام نے '' الخیط الأبیض '' اور '' الخیط الأسود '' کے حقیقی معنی مراد لے کر اپنے پیروں میں سفید اور سیاہ دھاگے باندھے اور جب تک وہ دونوں صاف نظر نہیں آئے اس وقت تک انہوں نے کھانا پینا جاری رکھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ﴿من الفجر﴾ کے الفاظ نازل فرمائے۔ جس سے صحابہ کرام کو معلوم ہو گیا کہ "الخیط الأبیض" اور "الخیط الأسود" سے ان کے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ " الخیط الأبیض " سے صبح کی روشنی اور " الخیط الأسود " سے رات کی تاریکی مراد ہے۔ (أخرجه البخاري في كتاب التفسير، باب قوله تعالیٰ: "كلوا واشربوا حتیٰ .....، رقم الحديث: ٤٢٤)

کبھی خود حضور اکرم ﷺ آیت کا اشکال حل فرماتے، بسا اوقات تو کسی دوسری آیت کی مدد سے آیت کی وضاحت فرماتے، مثلاً جب سورۃ الأنعام کی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿الذين امنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم أولئك لهم الأمن وهم مهتدون﴾ یعنی ''جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں''۔ تو صحابہ کرامؓ نے ظلم کا عام مطلب سمجھا، جس سے وہ پریشان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر کہنے لگے: "أيّنا لم يظلم نفسه"۔ یعنی ''ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو؟''، آپ ﷺ نے فرمایا: "ألا ترون الیٰ قول لقمان لابنه: ﴿إنّ الشرك لظلم عظيم﴾ یعنی ''یہاں ظلم سے مراد وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، بلکہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے، کیا حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت آپ کے سامنے نہیں ہے، انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿إنّ الشرك لظلم عظيم﴾ یعنی ''یقیناً شرک ایک بڑا ظلم ہے''۔ (تفسير السمرقندي: ١/٤٨٩ أخرجه مسلم في كتاب الايمان، رقم الحديث: ١٩٧، ١٩٨، والترمذي في كتاب التفسير، رقم الحديث: ٣٠٦٧)

کبھی آیت کا اشکال حل کرنے کے لیے آپ ﷺ خود اپنے پاکیزہ الفاظ سے اس کی تشریح کر دیتے، یوں صحابہ کرامؓ نے قرآن کریم سیکھا، اور قرآن کریم کی تفسیریں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور رسول ﷺ کے ذہن مبارک سے ان کے کانوں نے سنا وہ سب انہوں نے اپنے سینوں میں محفوظ کر دیا اور نہ صرف اپنے سینوں میں محفوظ کیا، بلکہ یہ پاکیزہ فرمودات انہوں نے اپنے تابعین تک پہنچائے..... مگر یہ سب کچھ صرف زبانی حد تک تھا، کتب اور صحائف میں ان تفسیری و غیر تفسیری روایات و احادیث کو ابھی مدون نہیں کیا گیا تھا، جس کی ایک وجہ تو حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان مبارک تھا: ''لا تكتبوا عني. ومن كتب

عنـي غير القرآن فليمحه. ''یعنی''میرے منہ سے نکلے گئے کلمات مت لکھا کرو۔اگر کسی نے قرآن کریم کے علاوہ مجھ سے کچھ لکھا ہے تو وہ اسے مٹا دے۔''(صحیح مسلم:۲/ ۵۳۸)اس کی دوسری وجہ یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ کی مبارک اور باسعادت صحبت کی وجہ سے چونکہ صحابہ کرامؓ خالص عقیدے کے حامل تھے،آپ ﷺ کا زمانہ بھی ان کے بالکل قریب تھا،اختلاف بھی ان کے درمیان نہ ہونے کے برابر تھے،حوادث بھی اتنے پیش نہیں آئے تھے،پیش آتے بھی تو چوٹی کے بڑے بڑے علماء وفقہاء ومفسرین صحابہ کرامؓ موجود تھے،اس لئے یہ حضرات شرائع واحکام کے علم کی تدوین سے بے نیاز تھے، بلکہ بعض تو کتابتِ علم کو ناپسندیدہ سمجھتے تھے(کشف الظنون:۱/ ۲۳)

جب صحابہ کرامؓ کا دور ختم ہوگیا یا ختم ہونے کے قریب ہوگیا تو دین کی باگ ڈور ان کے تابعین نے سنبھال لی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کی روشنی ہر سو پھیل چکی تھی۔مسلمانوں کی فتوحات کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ جاری تھا۔صحابہ کرامؓ تقریبا دنیا بھر میں پھیل چکے تھے۔ساتھ ساتھ نت نئے فتنوں نے بھی سر اٹھانا شروع کر دیا تھا۔اختلافِ رائے پیدا ہونا شروع ہوگیا تھا،بکثرت فتوے دیے جانے لگے تھے،لوگ پیش آمدہ مسائل میں کبار علماء کی طرف رجوع کرنے لگے تھے،ایسے وقت میں ان حضرات نے ضرورت محسوس کرتے ہوئے علوم قرآن،حدیث اور فقہ کی تدوین شروع کی۔(کشف الظنون:۱/ ۳۳)

اس سلسلے میں سب پہلے جس علم کو مدون کیا گیا وہ علم تفسیر ہے۔تفاسیر میں سب سے پہلی تفسیر ابوالعالیہ رفیع بن مہران ریاحیؒ(متوفی ۹۰ھ) کی تفسیر ہے،اسے ربیع بن انسؒ نے ان سے روایت کیا ہے۔اس کے بعد مجاہد بن جبرؒ(متوفی ۱۰۱ھ) کی تفسیر ہے۔پھر عطاء بن ابی رباحؒ(متوفی ۱۱۴ھ) کی تفسیر ہے، اس کے بعد محمد بن کعب قرظیؒ (متوفی ۱۱۷ھ) کی تفسیر ہے۔تابعین میں تین تفسیری مدارس تھے:ایک مدرسہ مکہ مکرمہ،دوسرا مدینہ منورہ اور تیسرا کوفہ میں تھا۔مکہ مکرمہ کا تفسیری مدرسہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے قائم کیا تھا جو اس امت کے سب سے بڑے عالم ہیں۔جن کے لئے حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی تھی:"اللّهم علمه الحكمة وتأويل القرآن" یعنی''اے اللہ!تو اسے حکمت اور قرآن کریم کی تفسیر سکھا دے''(الاستيعاب في معرفة الأصحاب: ۱/ ۳۷۲)حضرت عبداللہؓ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:"ابن عباس أعلم أمة محمد بمانزل على محمد" یعنی''ابن عباسؓ امت محمدیہ میں قرآن کریم کے سب سے بڑے عالم ہیں۔''(أسد الغابة:ص ۱۹۲..۱۹۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے تابعین تلامذہ کے درمیان بیٹھ کر درس قرآن دیتے اور اس کے مشکل مطالب کی توضیح کیا کرتے تھے۔آپ کے تلامذہ ان سے جو باتیں سنتے ان کو دوسروں تک پہنچاتے تھے۔اس مدرسہ کے ساختہ پرداختہ اشخاص میں سے مشہور تابعین مفسرین کرام میں سعید بن جبیرؒ،مجاہدؒ،عکرمہؒ مولی ابن عباسؓ،طاوس بن کیسان یمانیؒ اور عطاء بن ابی رباح کے نام قابل ذکر ہیں۔مدینہ منورہ کا مدرسۂ تفسیر حضرت ابی بن کعبؓ نے قائم کیا تھا۔بکثرت صحابہ کرامؓ مدینہ ہی کے ہو کر رہ گئے تھے اور دیگر اسلامی بلاد وامصار کی جانب نقل مکانی نہ کی۔مدینہ میں اقامت پذیر یہ گروہ اپنے اتباع واصحاب کو قرآن کریم اور سنّت نبوی کا درس دیتے تھے۔اس مدرسہ میں تابعین کی بڑی تعداد نے آپؓ سے تفسیر قرآن کریم میں اکتساب فیض کیا۔جن میں ابوالعالیہ رفیع بن مہرانؒ،محمد بن کعب قرظیؒ اور زید بن اسلمؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔

کوفہ کا تفسیری مدرسہ اپنے وجود وظہور میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مرہون منت تھا، آپؓ کے سوا وہاں اور بھی صحابہ کرامؓ تعلیم تھے، جس سے اہل عراق نے تفسیر قرآن کا درس لیا۔ مگر حضرت ابن مسعودؓ اس مدرسہ کے اولین استاد تسلیم کیے جاتے تھے۔ ان سے تفسیر قرآن کریم وغیرہ میں جن حضرات نے کسب فیض کیا، ان میں علقمہ بن قیسؒ، مسروقؒ، اسود بن یزیدؒ، مزہ ہمدانیؒ، عامر شعبیؒ، حسن بصریؒ، قتادہ بن دعامہ سدوسیؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان تینوں مدارس سے فیض یاب ہونے والے حضرات قدماء مفسرین شمار ہوتے ہیں۔

تابعین کرام کا دور ختم ہوا تو ان کے اتباع کا دور شروع ہوگیا۔ اتباع تابعین نے قرآن کریم کی تفسیر میں حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے مروی روایات کو جمع کرنے میں اپنی ہمتیں صرف کرنا شروع کردیں اس سلسلے میں ان حضرات نے عہد تابعین میں قائم تفسیر کے مدارس ثلثہ کے درمیان کوئی فرق و امتیاز نہیں برتا، بلکہ تینوں مدارس سے فیض یاب ہونے والے تابعین سے مروی تمام تفسیری روایات شامل ہیں۔ یوں انہوں نے چھوٹی بڑی کتابوں میں علم تفسیر مدون کیا۔ ان حضرات کی کتابیں عہد تابعین میں لکھی گئی کتابوں سے زیادہ جامع نہیں۔ اتباع تابعین میں جن حضرات نے علم تفسیر کی تدوین و ترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان میں شعبہ بن الحجاجؒ (متوفی ۱۶۰ھ)، سفیان بن سعید ثوریؒ (متوفی ۱۶۱ھ)، وکیع بن الجراحؒ (متوفی ۱۹۷ھ)، سفیان بن عیینہؒ (متوفی ۱۹۸ھ)، یزید بن ہارونؒ (متوفی ۲۰۶ھ) اور اسحٰق بن راہویہؒ (متوفی ۲۳۸ھ) کے نام قابل ذکر ہیں۔

ان حضرات کی تفسیری کتب کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ ان میں قرآن کریم کی تفسیر صحابہ کرامؓ اور تابعین سے منقول روایات کی روشنی میں کی گئی تھی، یہ حضرات کتاب اللہ میں تفسیر بالرأی پر آگ میں کودنے کو ترجیح دیتے تھے، ان کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تھا: ﴿لا تقف ما ليس لك به علم﴾ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان مبارک ان کی نگاہوں کے سامنے تھا: "من قال في القرآن بغير علم، فليتبوأ مقعده من النار" یہ حدیث نبوی بھی ان کے پیش نظر تھی: "من فسر القران برأيه فليتبوأ مقعده من النار"۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ قول بھی انہوں نے سنا تھا: "أيّ سماء تظلني وأيّ أرض تقلني اذاقلت في القرآن بمالاأعلم؟"۔

مگر شومئی قسمت کہ اس طبقہ عالیہ کی کوئی بھی تفسیری کاوش کسی کتاب کی صورت میں نہ تھی، ہاں علامہ ابن جریر طبریؒ نے ان حضرات کی اکثر مرویات کو اپنی تفسیر میں جمع کردیا تھا، مگر باقی کے ساتھ زمانہ کے حوادث نے ہاتھ کردیا۔ البتہ پندرھویں صدی ہجری کے اوائل میں مکتبہ رضا رامپور ہندوستان کے مدیر امتیاز علی عرشی کو اپنے مکتبہ سے ایک چھوٹی سی کتاب ملی، جو قرآن کریم کی تفسیر پر مشتمل تھی۔ یہ امام سفیان ثوریؒ کی تفسیر تھی۔ کتاب دیکھ کر ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، انہوں نے اس کتاب پر تحقیقی کام کرنا شروع کردیا۔ اس کی تصحیح، ترتیب میں لگ گئے اور اس پر مفید تعلیقات لکھے۔

پیش نظر تفسیر کے مؤلف کون؟:

سفیان نام کے دو جلیل القدر امام گذرے ہیں ایک سفیان ثوریؒ، دوسرے سفیان بن عیینہؒ دونوں کی قرآن کریم کی تفسیریں ہیں۔ پیش نظر رامپوری نسخہ جولا ثانی ہے، کس کا ہے سفیان ثوریؒ کا یا سفیان بن عیینہؒ کا؟ اس بابت عرض ہے کہ یہ

تفسیر یقینی طور پر سفیان ثوریؒ کی ہے۔اوراس کی دو دلیلیں ہیں۔

(۱) پہلی دلیل یہ ہے کہ سورۃ الصافات کے شروع میں انہوں نے سند کے الفاظ یوں ذکر کیے ہیں:"حدثنا محمد ثنا أبو حذیفة ثنا سفیان." اس سند میں ابوحذیفہ کا ذکر ہے، یہ وہی ابوحذیفہ ہیں جو بصرہ میں امام سفیان ثوریؒ کے ساتھ طویل عرصہ تک رہے ان کا نام موسیٰ بن مسعود مہدی ہے۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ سورۃ البقرۃ کی آیت: ﴿وإلهکم إله واحد لاإله إلاهو الرحمٰن الرحیم﴾ کی تفسیر میں انہوں نے سند یوں ذکر کی ہے:"سفیان من أبیه سعید بن صدوق عن أبي الضحی." "سفیان ثوریؒ کے والد کا نام بھی سعید تھا۔

کچھ سفیان ثوریؒ کے بارے میں!

امام سفیان ثوریؒ قرآن کریم ومناسک کے بہت بڑے عالم، جلیل القدر محدث اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے زاہد اور پرہیزگار انسان تھے، ان کا نام ونسب یوں ہے: سفیان بن سعید بن مسروق بن رافع بن عبداللہ بن موہبہ بن ابی بن عبداللہ بن منقذ بن نصر بن حارث بن ثعلبہ بن عامر بن ملکان بن ثور بن عبد مناۃ بن اُد بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار (الطبقات الکبری:٦/٢٥٧، الذیل المذیل للطبري:ص١٠٥) ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے مگر وہ اپنے نام سفیان اور نسبت ثوری سے زیادہ مشہور ہیں۔ان کی ولادت سلیمان بن عبدالملک اموی کے عہد خلافت میں کوفہ کے ایک صحرائی علاقہ "أثیر" میں ہوئی ان کے سن ولادت میں اختلاف ہے۔اس سلسلے میں چار قول ملتے ہیں۔(١) ٩٥ھ (٢) ٩٧ھ (٣) ٩٦ھ (٤) ٩٩ھ۔مگر محقق اور قوی قول یہ ہے کہ ان کا انتقال مہدی کے دور خلافت میں شعبان ١٦١ھ میں ہوا۔(الطبقات الکبریٰ:٦/٢٥٨، التاریخ الصغیر:ص٢٨٦) امام سفیان ثوریؒ بہت بڑے عابد وزاہد اور پرہیزگار انسان تھے۔قتیبہ بن سعیدؒ کہتے ہیں:"لولا الثوري لمات الورع" یعنی"اگر سفیان ثوریؒ نہ ہوتے تو تقویٰ اپنی موت آپ مرجاتا"(تقدمة المعرفة:ص٩٦) یحییٰ بن یمان کہتے ہیں:"مارأینا مثل سفیان الثوري، ولارأی سفیان مثله. أقبلتِ الدنیا علیه، فصرف وجهه عنها"۔یعنی"ہم نے اور نہ سفیان ثوریؒ نے خود اپنا مثل دیکھا، دنیا اپنی تمام زیب وزینت کے ساتھ ان کے پاس آئی، مگر انہوں نے اس سے اپنا چہرہ پھیرلیا"۔(تاریخ بغداد:٩/٥٦)

ابوخالدؒ کہتے ہیں:"أکلَ سفیان لیلة، فشبع، فقال: "إن الحمار إذازید في علقه، زید في عمله". فقام حتی أصبح." یعنی "ایک رات سفیان ثوریؒ نے سیر ہوکر کھانا کھایا تو کہنے لگے:"گدھے کو جب چارہ زیادہ دیا جائے تو اس سے کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔" یہ کہہ کر انہوں نے نوافل پڑھنا شروع کردیے اور صبح تک عبادت میں مشغول رہے۔(تقدمة المعرفة:ص٩٦) وہ اپنے زمانہ کے اکابر مفسرین میں سے تھے، انہیں قرآن کریم پر مکمل عبور حاصل تھا۔وہ کہا کرتے تھے "سلوني عن المناسك و القرآن، فإني بهما عالم" یعنی"مجھ سے مناسک اور قرآن کریم کے بارے میں پوچھا کرو، مجھے ان دونوں کا خوب علم ہے"۔(تقدمة المعرفة:ص١١٤)

امام سفیان ثوریؒ ائمہ اربعہ کی طرح بہت بڑے مجتہد اور امام بھی تھے۔فقہ اور قیاس میں اپنے اکثر معاصرین سے فائق اور ممتاز تھے۔المعارف(ابن قتیبة:ص٢١٧، تاریخ بغداد:٩/١٥٢) ایک بار فریابیؒ نے امام ابن عیینہؒ سے ایک فقہی

مسلہ کی بابت ان کی رائے دریافت کی، انہوں نے جب اپنی رائے بیان کی تو فریابیؒ نے کہا کہ سفیان ثوریؒ کی رائے کچھ اور ہے۔اس پر ابن عیینہؒ نے فرمایا: "لم ترعيناك مثل سفيان أبداً" یعنی "تم کبھی سفیان ثوریؒ جیسا فقیہ نہیں دیکھ سکتے" (تاریخ بغداد: ۱۵٦/۹) حسن بن ربیعؒ جنہوں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو غسل دیا تھا، ان کی تجہیز وتکفین کی تھی اور انہیں قبر میں اتارا تھا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے موت سے دو یا تین دن پہلے عبداللہ بن مبارکؒ سے یہ کہتے ہوئے سنا: "ما أحد عندي من الفقهاء أفضل من سفيان بن سعيد." یعنی سفیان ثوریؒ سے بڑا فقیہ میرے نزدیک کوئی نہیں" (الجرح لابن أبي حاتم: ۲۲٤/۱/۲) امام سفیان ثوریؒ کی فقہ پانچویں صدی ہجری تک معمول بہ رہی۔ان کے مقلدین کو "ثوری" کہا جاتا ہے۔جن میں شیخ الطائفہ جنید بغدادیؒ، ابو صالح حمدون بن احمد قصار نیساپوریؒ اور اہل دینور کی ایک جماعت قابل ذکر ہے۔(طبقات الصوفية للسلمي: ص ۱۱٤، الوفيات لابن خلكان: ۲٦/۲)

فقہ ثوری میں سفیان ثوریؒ اور ان کے مقلدین نے جو کتابیں لکھی تھیں، وہ زمانہ کی دست برد کی نذر ہوگئیں، البتہ ان کے فقہی اقوال محفوظ ہیں، جنہیں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء کرام اپنی تصانیف میں بکثرت نقل کرتے ہیں، ان کتب سے انکے اقوال کو جمع کر کے فقہ ثوری میں ایک مستقل اور بڑی کتاب بن سکتی ہے، سفیان ثوریؒ بہت بڑے محدث بلکہ "أمير المؤمنين في الحديث" تھے، شعبہؒ، ابن عیینہؒ، ابو عاصمؒ، ابن معینؒ وغیرہ نے ان کے بارے میں کہا ہے: "سفيان أمير المؤمنين في الحديث." ورقاء بن عمرؒ، وکیع بن الجراحؒ، عیسی بن یونسؒ، یحیی بن یمانؒ وغیرہ نے ان کے بارے میں کہا ہے "لم ير سفيان مثل نفسه." یعنی "سفیان ثوریؒ نے اپنا مثل نہیں دیکھا"۔امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: "لو كان سفيان الثوري في التابعين لكان فيهم له شأن." یعنی "سفیان ثوریؒ اگر تابعین کے زمانہ میں ہوتے تو ان کی بڑی شان ہوتی"۔امام نسائیؒ فرماتے ہیں: "هو أجل من أن يقال فيه ثقة." یعنی "وہ ایسے برتر ہیں کہ انہیں "ثقہ" کہا جائے"۔امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: "لم يبق من تجتمع عليه الأمّة بالرضى إلاّ سفيان." یعنی "سفیان ثوریؒ کے علاوہ اس وقت کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے، جس پر پوری امت متفق ہو"۔(راجع لهذه الأقوال: تاريخ بغداد: ۱۵۱/۹-۱۷٤، وتهذيب الأسماء: ص۲۸٦-۲۸۸، وتهذيب التهذيب: ۱۱۱/٤-۱۱۵)

امام سفیان ثوریؒ نے جن اساطین علم سے اکتساب فیض کیا، ان میں ان کے والد ماجد سعید بن مسروقؒ، جو بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے، ابو اسحق سبیعیؒ، منصور بن المعتمرؒ، سلمہ بن کہیلؒ، حبیب بن ابی ثابتؒ، ایوب سختیانیؒ، عاصم احولؒ، عمر بن دینارؒ وغیرہ حضرات کے نام قابل ذکر ہیں، ان کے شاگردوں کی بھی بہت بڑی تعداد ہے، جن میں شعبہؒ، امام مالکؒ، امام یحییٰ بن سعید القطانؒ، امام اوزاعیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، سفیان بن عیینہؒ جیسے سرآمد روزگار محدثین اور فقہاء شامل ہیں۔

امام سفیان ثوریؒ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اختلاف اور زہد میں درجنوں کتب لکھیں، علامہ ابن جوزیؒ نے مصنفین متقدمین کے طبقہ میں شمار کیا ہے (التلقيح لابن الجوزي: ص ۲۳۵) مگر وفات سے قبل بعض وجوہ کی بناء پر ان کو ضائع کرنے کا حکم دیا، جنہیں جلا دیا گیا، ابن قتیبہؒ کہتے ہیں: "وأوصى إلى عمّار بن سيف في كتبه، جمعها، وأحرقها" یعنی "وفات سے پہلے انہوں نے عمار بن سیف کو اپنی کتابیں ضائع کرنے کی وصیت کی، چنانچہ عمار بن سیفؒ نے ان کی وصیت پوری کی

اوران کی کچھ کتابوں کو مٹا دیا اور کچھ کو جلا دیا" (المعارف لابن قتيبة :ص٢١٨، الفهرست لابن النديم:ص ٣١٥) مگر وہ کتابیں محو اور احراق سے محفوظ رہیں، جو ان کی زندگی ہی میں پھیل چکی تھیں، ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں: (١) الجامع الكبير في الفقه والاختلاف .(٢) الجامع الصغير .(٣) كتاب الفرائض .(٤) كتاب آداب سفيان الثوري .(٥) كتاب التفسير .(الفهرست :ص ٣١٥، ٢٧٥، ١٢٦)

زیر تبصرہ کتاب " تفسير سفيان الثوري"

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ امام سفیان ثوریؒ کی اس تفسیر کا صرف ایک نسخہ ہی اس وقت موجود ہے، یہ نسخہ وہی ہے، جو مکتبہ رضا رامپور میں موجود ہے، حاجی خلیفہؒ نے امام ثوریؒ کی تفسیر کا ذکر تو کیا ہے، مگر انہوں نے خود اس کا نسخہ نہیں دیکھا، انہوں نے ثعلبی کے حوالہ سے اس کا ذکر کیا ہے۔ ان کے الفاظ یوں ہیں: "ذكره الثعلبي" یعنی "ثعلبی نے اس کا ذکر کیا ہے"۔ حاجی خلیفہؒ نے اس کا نام " تفسير الثوري" بتایا ہے۔ (كشف الظنون: ٢ /٣٥٧)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس کا ذکر "تهذيب التهذيب" میں سلمہ بن نبیط کے ترجمہ میں کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "وقع له ذكر في مسند أثر علقه البخاري في أواخر الطلاق (باب اللعان) عن الضحاك بن مزاحم في قوله تعالى: ثلاثة أيّام إلا رمزا، وهذا وصله الثوري في تفسيره رواية أبي حذيفة عنه عن سلمة بن نبيط عن الضحاك بهذا". یعنی "صحیح بخاری، "كتاب الطلاق" کے اواخر میں "باب اللعان" کے تحت امام بخاریؒ نے قول باری تعالیٰ: ﴿ ثلاثة أيـام إلا رمزا﴾ میں " رمزا" کی تفسیر میں تعلیقاً ایک اثر ذکر کیا ہے جس میں سلمہ بن نبیطؒ کا ذکر ہے، وہ ضحاکؒ سے روایت کرتے ہیں، اس میں " رمزا" کی تفسیر "اشارۃً" سے کی گئی ہے"، امام ثوریؒ نے اسے اپنی تفسیر میں موصولاً ذکر کیا ہے، جس کی سند یوں ہے: "أبو حذيفة عن سفيان عن سلمة بن نبيط عن الضحاك....... "(تهذيب التهذيب :٤/١٥٩)

علامہ سندھیؒ نے بھی" حصر الشارد" میں اس تفسیر کا ذکر کیا ہے، انہوں نے" تفسير الثوري" کی اپنی سند بھی سفیان ثوریؒ تک پہنچائی ہے، ان کی سند یوں ہے:" أمّا كتاب لاتفسير للإمام الثوري ، فأنا أرويه عن الشيخ صالح الفلاني ، عن محمد بن سنه، عن مولاي الشريف محمد بن عبدالله بإجازته، عن محمد بن عبدالرحمن العلقمي، عن الحافظ السيوطي، عن الحافظ ابن حجر ، عن عبد القادر بن محمد بن علي الدمشقي سبط الحافظ الذهبي ، نا أحمد بن علي بن الحسن الجزري، نا محمد بن إسماعيل بن أبي الفتح خطيب مرو، نا علي بن حمزة بن علي بن طلحة البغدادي ، نا أبو القاسم هبة الله بن محمد بن عبد الواحد الحصين نا محمد بن محمد بن أبي إبراهيم بن غيلان، نا محمد بن عبدالله بن إبراهيم الشافعي ، نا إسحٰق بن الحسن الحربي ، نا أبو حذيفة موسى بن مسعود النهدي عن سفيان الثوري. "(حصول الشارد:ص٣٩)

امام سفیان ثوریؒ کا اسلوبِ تفسیر

سابق میں مذکور تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ امام سفیان ثوریؒ کی یہ تفسیر خالصۃً تفسیر بالمأثور ہے، آیات قرآنیہ کی تفسیر

انہوں نے احادیث وآثار کی روشنی میں کی ہے، وہ قرآن کریم کی تفسیر بالرأی کے قائل نہ تھے، اس سلسلے میں وہ صرف صحابہ کرامؓ اورتابعین سے منقول احادیث وآثار پراعتماد کرتے تھے انہوں نے حضوراکرم ﷺ کا یہ فرمان اپنی سند سے روایت کیا ہے:"من قال في القرآن برأيه،فليتبوّأ مقعده من النار "یعنی"جس شخص نے قرآن کریم میں اپنی طرف سے کوئی بات کہی تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا"(یہاں"لیتبوّأ"انشاء اخبار"قد تبوّأ"کے معنی میں ہے۔)اسی طرح شعبیؒ سے انہوں نے نقل کیا ہے:"لأن أكذب على محمد صلى الله عليه ،أحبّ إليّ من أن أكذب في القرآن كذبة ،إنما يقضى الكاذب في القرآن إلى الله "یعنی"قرآن کریم میں معمولی سا جھوٹ بولنے سے مجھے یہ بات زیادہ پسند ہیکہ حضوراکرم ﷺ پرجھوٹ بولوں، کیونکہ قرآن کریم میں جھوٹ بولنے والا براہ راست اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے، جس کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ ہی کریں گے"۔(تفسیرعبد الرزاق:ص ١، الف)

امام سفیان ثوریؒ سورت کی اول سے آخر تک تفسیر نہیں کرتے، جس طرح کہ کلبیؒ وغیرہ کی عادت ہے، بلکہ وہ حرفاً حرفاً تفسیر کرتے ہیں، سورت کی صرف انہی آیات کی تفسیر کرتے ہیں، جس مین کوئی اشکال ہو، اس سلسلے میں وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ قول نقل کرتے ہیں:"تفسير القرآن على أربعة وجوه:(١)تفسير يعلمه العلماء . (٢)وتفسير تعرفه العرب. (٣)وتفسير لايعذر أحد بجهالته ، يقول:من الحلال و الحرام.(٤)وتفسير لا يعلم تأويله إلّا الله ، من ادعى علمه فهو كاذب."یعنی"قرآن کریم کی تفسیر چاراقسام میں منقسم ہے:(١)ایک وہ ہے جسے صرف علماء جانتے ہیں۔ (٢)دوسری قسم وہ جسے عرب جانتے ہیں۔ (٣) تیسری قسم وہ ہے جسے ہر مسلمان جانتا ہے، یعنی حلال وحرام۔ (٤)چوتھی قسم وہ ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جوشخص اس کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے، وہ جھوٹا ہے۔"(تفسير الطبري: ١/٥،٧٨)

امام سفیان ثوریؒ کسی بھی آیت کی تفسیر حدیث یا اثر سے کرتے ہیں، یہ حدیث یا اثر وہ اکثر سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں، وہ پوری سورت کی تفسیر نہیں کرتے، بلکہ صرف اس کے مشکل مقامات کی تفسیر کرتے ہیں، مشتے نمونہ ازخروارے کے طور پر "تفسير سفيان الثوري"سے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:(١)سورۃ البقرۃ کی آیت:﴿الذين آتينا هم الكتاب يتلونه حق تلاوته﴾کی تفسیر وہ فرماتے ہیں:" سفيان عن منصور عن أبي رزين في قول الله تبارك اسمه:﴿الذين آتينا هم الكتاب يتلونه حق تلاوته﴾قال ، يتبعونه حق اتباعه."یعنی﴿يتلونه حق تلاوته﴾کے معنی ہیں :"يتبعونه حق اتباعه"یعنی"وہ کتاب کی کما حقہ اتباع اور پیروی کرتے ہیں"۔(تفسير سفيان الثوري :ص٤٨) (٢)سورۃ البقرۃ ہی کی ایک آیت کے ٹکڑے:﴿صبغة الله﴾کی تفسیر میں وہ فرماتے ہیں:" سفيان في قوله :﴿صبغة الله﴾،قال :دين الله.﴿ومن أحسن من الله صبغة﴾، قال : دينا"یعنی"﴿صبغة الله﴾"دين الله"کے معنی میں ہے، دوسری آیت ﴿ومن أحسن من الله صبغة﴾میں بھی"صبغة"،"دينا"کے معنی میں ہے۔(تفسير سفيان الثوري :ص٤٨)

بسا اوقات امام ثوریؒ آیت کا شان نزول بھی ذکر کرتے ہیں، مگر بہت ہی کم، مثلاً: سورۃ البقرۃ کی آیت﴿واتخذوا من مقام إبراهيم مصلّى ﴾کی تفسیر میں فرمایا:"سفيان عن عبد الملك بن أبي سليمن عن مجاهد ،قال: قال عمر بن

الخطابؓ للنبی ﷺ :"لو اتخذنا من مقام إبراهيم مصلّى "فأنزل الله جل وعز ﴿واتخذوا من مقام إبراهيم مصلّى﴾. " یعنی" حضرت عمر فاروق ؓ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا، کیا ہی اچھا ہوگا اگر ہم مقام ابراھیم کو جائے نماز مقرر کرلیں" اس پر یہ آیت نازل ہوگئی ﴿واتخذوا من مقام إبراهيم مصلّى﴾۔

وہ سورتیں جن کی تفسیر کی گئی!

"تفسیر سفیان الثوری" کا جو رامپوری نسخہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، یہ انتہائی ناقص ہے، اول سے بھی اور آخر سے بھی، اس نسخے میں انچاس (۴۹) سورتوں کی تفسیر کی گئی ہے، جن کے نام یہ ہیں: (١)سورة البقرة . (٢)سورة آل عمران. (٣)سورة النساء . (٤) سورة المائدة. (٥)سورة الأنعام. (٦)سورة الأعراف. (٧)سورة الأنفال. (٨)سورة برأة. (٩)سورةيونس. (١٠)سورة هود. (١١)سورة يوسف. (١٢)سورة رعد(١٣) سورة ابراهيم. (١٤)سورة حجر. (١٥)سورة النحل. (١٦)سورة بنى اسرائيل. (١٧)سورة الكهف. (١٨)سورة مريم. (١٩)سورة طه. (٢٠)سورةاقترب. (٢١)سورةالحج. (٢٢)سورة المؤمنين (٢٣)سورة النور. (٢٤) سورة الفرقان. (٢٥)سورة الشعراء(٢٦)سورة النمل. (٢٧)سورة القصص. (٢٨)سورة العنكبوت. (٢٩)سورة الروم. (٣٠)سورة لقمان . (٣١)سورة الٓمٓ السجدة. (٣٢)سورة الأحزاب (٣٣)سورة سباء. (٣٤)سورة الملائكة. (٣٥)سورة يسٓ. (٣٦)سورة الصافات. (٣٧)سورة صٓ. (٣٨)سورة الزمر. (٣٩)سورة المؤمن. (٤٠)سورة حمٓ السجدة. (٤١)سورة عٓسٓقٓ. (٤٢) سورة الزخرف. (٤٣) سورة الجاثية. (٤٤)سورة الأحقاف. (٤٥)سورة الفتح. (٤٦)سورة الحجرات. (٤٧)سورة قٓ. (٤٨)سورةالذاريات. (٤٩)سورة الطور۔

یہ تمام سورتیں ترتیب عثمانی پر ہیں، درمیان میں سے "سورۂ محمد" اور "سورۃ الدخان" کی تفسیر نہیں ہے، شاید امام ثوریؒ کے پاس ان دونوں سورتوں کی تفسیر میں کوئی حدیث یا اثر نہیں تھا، پھر سورتوں کی آیات متعارف نہج پر نہیں ہیں، بسا اوقات جو آیت بعد میں ہوتی ہے، اس کی تفسیر پہلے اور پہلی والی آیت کی تفسیر بعد میں ذکر کرتے ہیں، نیز بعض آیات کی تفسیر، دوسری سورت میں کی گئی ہے۔

پیش نظر نسخہ میں موجود روایات کی تعداد:

پیش نظر نسخہ میں مذکورہ روایات کی تعداد نو سو گیارہ (۹۱۱) ہے، ان میں سے اکثر مفسرین مکہ مکرمہ سے مروی ہیں، کچھ روایات مرفوع ہیں، امام ثوریؒ نے جن صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہے، ان کے نام یہ ہیں: حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، حضرت خباب بن الارتؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ،

حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ۔ رضی اللہ عنھم اجمعین۔ امہات المؤمنین میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام سلمہؓ رضی اللہ عنھن سے بھی انہوں نے روایت کی ہے۔ "تفسیر سفیان الثوري" میں مذکورا کثر روایات منقطع ہیں، یہ روایات انہوں نے مجاھدؒ، عکرمہؒ، سعید بن جبیرؒ، ابورزینؒ، شعبیؒ، سدی، عطاءؒ، طاؤسؒ، سعید بن المسیبؒ، شریح ، حسن بصریؒ، ضحاک بن مزاحمؒ، عمر بن میمونؒ، علقمہؒ، حبیب بن ابی ثابتؒ، قاسم بن محمد مسروقؒ، محمد بن کعب قرظیؒ، ابوالہیثم، ابومجلز وغیرہ سے روایات کی ہیں۔

"سفین عن رجل" میں "رجل" سے کون مراد ہے؟ سفیان ثوریؒ اپنی تفسیر میں کبھی کبھار سند میں راوی کا نام ذکر کرنے کی بجائے "رجل" ذکر کرتے ہیں، شعبہؒ کہتے ہیں: "إذا حدثكم سفيان الثوري عن رجل لا تعرفونه، فلا تقبلوا منه ، فإنما يحدثكم عن مثل أبي شعيب المجنون." یعنی "سفیان ثوریؒ جب تمہارے سامنے "رجل" سے حدیث روایت کریں اور تم اسے نہ پہچانتے ہو تو ایسی حدیث ان سے مت قبول کیا کرو، ایسے مواقع میں وہ ابوشعیب مجنون جیسے راویوں سے روایت کرتے ہیں" (تاریخ ابن عساکر: ٦/ ٤٤٥)

رامپوری نسخے کے رواۃ!

ہمارے پیش نظر اس وقت جو رامپوری نسخہ ہے، اسے امام ثوریؒ کے شاگرد ابوحذیفہ نے ان سے روایت کیا، ابوحذیفہ کا نام ونسب موسی بن مسعود نہدی بصری مؤدب ہے، یہ امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداوٗدؒ اور امام ابن ماجہ بھی ان سے روایت کرتے ہیں، یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں: "هو مثل عبد الرزاق و قبيصة و يرلى عبيد الله في الثوري". یعنی "ابوحذیفہ، امام ثوریؒ کے شاگردوں میں عبدالرزاقؒ، قبیصہؒ، یعلیؒ اور عبیداللہؒ کی طرح ہیں"۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں: "إنه من أهل الصدق" یعنی "ابوحذیفہ اہل صدق میں سے ہیں"۔ امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں: "كثير الحديث ، ثقة إن شاء الله. و كان حسن الرواية عن عكرمة بن عمارو زهير بن محمد و سفيان الثوري" یعنی "ابوحذیفہ کثیر الحدیث ہیں، ثقہ راوی ہیں ان شاء اللہ، عکرمہ بن عمارؒ، زہیر بن محمدؒ اور سفیان ثوریؒ سے ان کی روایت کردہ حدیث حسن ہوتی ہے"۔ عجلی کہتے ہیں: "ثقة، صدوق"، ابن حبانؒ نے "كتاب الثقات" میں ان کا تذکرہ کیا ہے، مگر ساتھ میں یہ بھی کہا ہے کہ "وہ غلطی کرتے تھے"۔ کئی محدثین نے ان کی تضعیف بھی کی ہے، بندارؒ اور امام ترمذیؒ نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، خزیمہؒ کہتے ہیں: "لا أحدّث عنه" یعنی "میں ان سے حدیث کی روایت نہیں کرتا"۔ فلاس کہتے ہیں: "لا يحدّث عنه من يبصر الحديث" یعنی "حدیث میں بصیرت رکھنے والا شخص ان سے حدیث بیان نہیں کر سکتا"۔ امام حاکمؒ کہتے ہیں: "ليس بالقوي عندهم" یعنی "محدثین کے نزدیک وہ قوی نہیں ہیں"۔ غرض محدثین کا ان کے بارے میں اختلاف ہے، چار پانچ حضرات کے علاوہ اکثر نے ان کی توثیق کی ہے، اور اکثریت بھی ان محدثین کی ہے، جو فن اسماء الرجال کے چوٹی کے ائمہ ہیں۔ لہٰذا قرین انصاف بات یہ ہے کہ ابوحذیفہؒ کی روایت کردہ حدیث کم از کم حسن درجہ کی ہو۔ ان کا انتقال جمادی الآخرہ ۲۲۰ھ میں ہوا، بعض نے ۲۲٦ھ کا قول کیا ہے۔ (راجع لهذه الأقوال: الطبقات الكبرى: ٧-٢/٥٥ و التاريخ الكبير: ٤-١/٢٩٥ والتاريخ الصغير: ص ٣٣٥ والكاشف للذهبيؒ: ص ١٠٦ وميزان الاعتدال: ٢/ ٥١٧)۔

ابو حذیفہؒ سے روایت کرنے والے پھر دو افراد ہیں، ایک اسحٰق بن حسن حربی ہیں، جیسا کہ علامہ سندھیؒ کی سند میں یہ نام مذکور ہے، دوسرے راوی محمد ہیں، جن کی کنیت ابوجعفر ہے، مگر یہ محمد ابوجعفر کون ہیں؟ اس بارے میں معلوم نہیں ہوسکا۔ لعل الله يحدث بعد ذلك أمراً

رامپوری نسخہ کی کیفیت اور مقدار!

رامپوری نسخہ عربی کاغذ پر مشتمل ہے، جس کا رنگ سرخی مائل ہے، یہ خط نسخ سے لکھا ہوا ہے، جو خط کوفی سے ملتا جلتا ہے، اندازہ ہے کہ تیسری صدی ہجری میں یہ لکھا گیا ہے، یہ نسخہ اول وآخر دونوں اطراف سے ناقص ہے، مگر مقدارِ نقص معلوم نہیں، اس لئے کہ صفحات پر نمبر شمار نہیں لگائے گئے، اس نسخہ کے اوراق کی تعداد اٹھارہ (۱۸) ہے، جو ہلکے بوسیدہ ہیں، صفحہ میں سطور کی تعداد ستائیس (۲۷) سے اکتیس (۳۱) تک ہے، کتاب کا طول وعرض ۲۶×۱۷،۸۰ ہے اور کتابت کا طول وعرض ۱۷،۳۰×۱۲ ہے۔ اس نسخہ میں کاتب نے آیات قرآنیہ کی کتابت میں مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط کا التزام نہیں کیا، ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ وغیرہ میں ابن کا ہمزہ وصلی یا الف سوائے چند مقامات کے علاوہ کہیں نہیں لکھا، سفیان اور حارث وغیرہ کا الف بھی نہیں لکھا، "حکماء"، "علماء" وغیرہ کا ہمزہ بھی نہیں لکھا، "تقرؤ نها" وغیرہ میں بھی ہمزہ نہیں لکھا، "صلی الله وسلم" میں واوِ عاطفہ بھی نہیں لکھا بلکہ اس طرح لکھا ہے: "صلى الله سلم"۔

کتاب کا مطبوعہ ایڈیشن

ہمارے پیش نظر اس وقت اس کتاب کا ایک ہی مطبوعہ ایڈیشن ہے، جسے بیروت سے "دار الكتب العلمية" نے امتیاز علی عرشی مدیر مکتبہ رضا رامپور کی تحقیقات وتعلیقات کے ساتھ چھاپا ہے، اس ایڈیشن کی طباعت میں علماء کی ایک کمیٹی نے تعاون کیا ہے، علماء کی کمیٹی نے اصل نسخہ کے ساتھ مقارنہ ومراجعت کی ہے اور اعلام کے ضبط کا اہتمام کیا ہے، یہ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ہے، جو ۱۴۰۳ھ کو شائع ہوا، امتیاز علی عرشی نے حاشیہ میں کتاب میں مذکور احادیث وآثار کی تخریج کی ہے، راویوں کے تراجم ذکر کیے ہیں، بعض جگہ مفید تعلیقات بھی ذکر کیے ہیں، قارئین کے فائدہ کے لئے انہوں نے دیگر تفاسیر کے حوالہ جات بھی دیے ہیں، بعض جگہ انہوں نے تصحیح کا اہتمام بھی کیا ہے، جہاں روایت مرسل ہوتی ہے، یا منقطع، اس پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں، کتاب کے شروع میں ان کا ایک مقدمہ ہے، جس میں انہوں نے امام سفیان ثوریؒ کے مفصل حالات زندگی قلمبند کیے ہیں، نیز رامپوری نسخے پر بھی انہوں نے مختصراً کلام کیا ہے۔ "تفسير سفيان الثوري" کے کچھ گوشوں پر بھی قلم اٹھایا ہے، آخر میں کتاب میں مذکور رواۃ کے باحوالہ تراجم ذکر کیے ہیں، جن کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے صحابہ کرامؓ، اس کے بعد تابعین اور آخر میں اتباع تابعین کے تراجم بیان کیے ہیں، اور بالکل آخر میں دو سو پانچ (۲۰۵) مصادر ومراجع کی ایک طویل فہرست ہے۔

☆☆☆